

کون سا انقلاب؟

ملکی سیاست کا منظر نامہ بڑی سرعت سے ہر دم تبدیل ہو رہا ہے۔ کوئی سیاسی پنڈت یا رہنمایا قیافہ نہیں لگا سکتا کہ دو چار ماہ کے بعد حالات کیا ہوں گے۔ مگر یہی وہ کڑا وقت ہے جس میں غیر متعصب تحریک کرنا ضروری ہے۔ یہ کسی بھی لکھاری پر قرض بھی ہوتا ہے کہ وہ بلا خوف و خطر اپنی بات لوگوں تک پہنچانے کی کوشش ضرور کرے۔ پہلی بات تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں کوئی انقلاب، خانہ جنگی یا انارکی کی کیفیت نہیں ہے۔ اور نہ ہی مستقبل میں اس کا کوئی امکان ہے۔ اس کی متعدد وجہات ہیں۔ کوئی بھی سخت کوش عوامی انقلابی تحریک کسی نظریہ یا مقصد کو حاصل کرنے کے لئے چلتی ہے۔ ایک اعلیٰ نظریہ جس کی آبیاری انسانی خون سے کی جاتی ہے۔ ہمارے چند محترم ساتھی، ہر دم انقلاب فرانس یا انقلاب روس کے متعلق بات کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ دونوں انقلاب جو ہری طور پر ایک دوسرے سے حد درجہ مختلف تھے۔ ان کی فکری اساس بھی کافی حد تک متضاد تھی۔ دونوں ممالک کی داخلی صورت حال ایک دوسرے سے بہت زیادہ دوری پر تھی۔ ہاں ایک بات مشترک ضرور تھی۔ فرانس اور روس، دونوں ممالک میں حد درجہ امیر بادشاہت موجود تھی جس کا عوام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ عوامی نفرت دونوں جگہ ایک جیسی نہیں تھی۔ فرانس کے اندر، ایک بھرپور فلسفہ موجود تھا جس میں ان کے قد آور دانشور، پوری دنیا کو نیا سبق دے رہے تھے۔ آزادی اظہار، انسانی حقوق، سماجی انصاف پر مبنی معاشرہ، صرف اور صرف فرانس ہی سے شروع ہوا تھا۔ John Locke اور Rousseau دو فکری Montesquieu میں ایک بھی پرتا شیر انقلابی سوق کا رہنما، دانشور اور لیڈر موجود نہیں ہے۔ جو عام انسانوں میں فکری بیداری کا شعور پیدا کر جنات تھے جنہوں نے عوام کو آزادی سے روشناس کروانے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ اس کے برعکس روس میں دو مختلف افواج کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ جس میں Bolsheviks جیت گئے تھے۔ یہ کسانوں اور محنت کشوں پر مبنی ایک سول وار تھی۔ ہمارے ملک میں ایک بھی پرتا شیر انقلابی سوق کا رہنما، دانشور اور لیڈر موجود نہیں ہے۔ جو عام انسانوں کی مزاحمتی تحریکوں کا کسی بھی مذہب سے تعلق نہیں تھا۔ باریک بینی سے دیکھا جائے تو دونوں ملکوں کے بادشاہ، رائخ العقیدہ عیسائی تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ مذہب کو ڈھال بنا کر عوامی استحصال کر رہے تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ حقیقت یہ بھی ہے کہ روس اور فرانس کا انقلاب، مذہب کے خلاف بھی تھا۔ بعد میں جو بھی حکومتیں قائم کی گئیں۔ ان کا کسی مذہب سے دور دور تک تعلق نہیں تھا۔ اس ذہنی تبدیلی کے محركات بہر حال ایک دوسرے سے حد درجہ مختلف تھے۔ صرف ایک محدود سے کالم میں انقلاب کے متعلق بھرپور طریقے سے ہرگز ہرگز لکھا نہیں جا سکتا۔

ایک دوسری عرض بھی کرنا چاہوں گا۔ جو شائد اکثریت کو پسند نہ آئے۔ روس اور فرانس کی مزاحمتی تحریکوں کا کسی بھی مذہب سے تعلق نہیں تھا۔ باریک بینی سے دیکھا جائے تو دونوں ملکوں کے بادشاہ، رائخ العقیدہ عیسائی تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ مذہب کو ڈھال بنا کر عوامی استحصال کر رہے تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ حقیقت یہ بھی ہے کہ روس اور فرانس کا انقلاب، مذہب کے خلاف بھی تھا۔ بعد میں جو بھی حکومتیں قائم کی گئیں۔ ان کا کسی مذہب سے دور دور تک تعلق نہیں تھا۔ اس ذہنی تبدیلی کے محركات بہر حال ایک دوسرے سے حد درجہ مختلف تھے۔ صرف ایک محدود سے کالم میں انقلاب کے متعلق بھرپور طریقے سے ہرگز ہرگز لکھا نہیں جا سکتا۔

ہمارے ہاں صورت حال بالکل مختلف ہے۔ ہمارے لیڈر ان، حد درجہ آسائش کے ساتھ، عوامی رہنمائی کرنے کے عادی ہیں۔ اپوزیشن ہو یا حکومتی رہنماء، یہ جدید ترین جیٹ طیارے، قیمتی ترین گاڑیاں، بہترین مبوسات اور مہنگے ترین ذراائع ابلاغ استعمال کرتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اپنے فائدے کے لئے ہمیں یعنی عوام کو صرف ”چارے“ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ کسی بھی جلسے پر اٹھنے والے اخراجات کا تخمينہ لگائیے۔ اس پر کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ لازم ہے کہ ہمارے لیڈر، اپنی جیب سے تو ایک دھیلا بھی خرچ نہیں کرتے۔ اس لئے دونوں اطراف، دولت خرچے والے بیوپاری بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو ایک کروڑ جلسے پر خرچ کر کے ایک ارب کمانے کا فن جانتے ہیں۔ عوام کے لئے تو نظرے تحقیق کیے جاتے ہیں۔ جس میں آزادی، حقیقی آزادی، عوامی آزادی جیسے لفظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ مگر ان کا کیا مطلب ہے، اس کو کوئی بھی رہنمایا دانشور بتانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ میری بات نہ مانیے۔ ذراٹھنڈے دل سے سوچیے کہ یہ تمام سیاسی محاذا آراء کس کے لئے ہے۔ اور اس کو کس طور پر کیا جا رہا ہے۔ کیا خان صاحب، میاں صاحب، زرداری صاحب اور مولانا صاحب، کسی عام یا غریب آدمی کے پاس جا کر اپنے افکار بتانا پسند کریں گے۔ کیا کسی کچھ گھر میں جا کر استراحت فرم سکتے ہیں۔ کیا ان کے رہن سہن میں سادگی یا غریب پروری کی ہلکی سی جھلک تک نظر آتی ہے۔ کم از کم خاکسار کو تو تلاش در تلاش کرنے کے بعد، کسی قسم کی سادگی کی جھلک نظر نہیں آتی۔ ہاں ان میں سے چند رہنماء، عوام کے سامنے کچھ دیر کے لئے سادہ کپڑے پہننے کا دکھاوا ضرور کرتے ہیں۔ خیر بات بہت آگے چلی جائے گی۔ لہذا اسے یہیں پر ختم کر دینا چاہیے۔

تعصب کی عنینک کے بغیر دیکھئے تو آپ کو موجودہ صورت حال کی خرابی بلکہ بر بادی کے تمام نشانات بھی دہائیوں کی سیاست میں نظر آئیں گے۔ ساتھ ساتھ ریاستی اداروں کی حد درجہ غیر ذمہ داری والی حرکات بھی بہت بڑا عنصر نظر آئے گا۔ محترم نواز شریف یا محترم زرداری یا محترم عمران خان صاحب، کیا واقعی حد درجہ گذگور نہ کرتے نظر آتے ہیں یا آئے تھے۔ ہر دور کی اپنی آلاتیں ہیں۔ جس سے صرف نظر کرنا ناممکن ہے۔ اس میں ضیاء الحق اور پرویز مشرف بھی بھر پور طریقے سے ذمہ دار ہیں۔ قومی خزانہ کی لوٹ مار سرکاری وسائل پر عیش و عشرت، تفرقہ بازی کا بڑھاؤ، مذہبی جنونیت کو ریاست کی سطح پر پروان چڑھانا، اسلحہ اور ہیر وئن کا معاشرے میں دخول، کیا یہ صرف گزشتہ ایک دوسال کا شاخسانہ ہیں۔ نہیں صاحب، خرابہ کے یہ تنگ ہمیں ریاستی اور سیاسی بداعتدالیوں کی بدولت سینے پر مجبوراً لگانے پڑے ہیں۔ کیا ہزاروں لوگوں کا قتل عام، ہماری بہادر افواج کی شہادتوں کی پس پر دہ وجہات چند سالوں کا الیہ ہے۔ ہمارے ہر روز یا عظیم اور صدر نے ایسی فاش غلطیاں کی ہیں کہ ملک آج تک ڈانواڑوں ہے۔ کیا افغانستان کی جنگ میں پیسوں کے لئے شمولیت اور بھر پروری مشرف کا اس بلا کو اپنے ملک میں لانے کا جرم معمولی ہے۔ حقائق دیکھ کر کلیچ جموہرہ کو آتا ہے۔

موجودہ سیاسی صورت حال پر نظر ڈالیے۔ یہ خوفناک حد تک خراب ہو چکی ہے۔ حکومت کو کس طور پر ہٹایا گیا، کس نے ہٹایا

اور پھر کس کو حکومت سونپی گئی۔ یہ معاملہ اتنے مسائل کھڑے کر چکا ہے کہ پورا معاشرہ شدید تسلیخ اور تقسیم کا شکار ہے۔ سیاسی انہیاں پسندی عروج پر ہے۔ پرمجھ خاکسار کو چند باتیں سمجھنیں آ رہیں۔ کیا حقیقی آزادی کا مطلب، عثمان بزادار جیسے نااہل ترین وزیر اعلیٰ کو واپس منسند پر بٹھانا ہے۔ کیا مسیئی کے آخر میں لانگ مارچ کا مقصد، خان صاحب کے ان مشیر ان اور سرکاری عمال کی واپسی ہے، جو اپنے دور اقتدار میں ایک روپیہ تک نہیں چھوڑتے تھے۔ کیا واقعی اقتدار میں خان صاحب واپس آ کر محسن کشی اور ذاتی انتقام کا رو یہ چھوڑ پائیں گے، جو ان کی عادت بن چکی ہے۔ ایک شخص بتایے جس نے خان صاحب کو سیاست میں کامیاب کرنے میں مدد کی ہو، جلوسوں پر سرمایہ خرچ کیا ہوا پناہوائی جہاز خان صاحب کے سفر کے لئے وقف کیا ہو۔ اور وہ ان کے عتاب سے محفوظ رہا ہو۔ خان صاحب کا ذاتی سٹاف سینئر افسروں کو نیب کے ذریعے بے جا گرفتار کرواتا رہا ہے۔ خان صاحب اپنے سیاسی مخالفین پر زندگی تنگ کر چکے تھے۔ نااہل ترین لوگوں کو نواز نے کی روشن کیا خان صاحب ترک کر پائیں گے۔ اس وقت عمران خان، عوامی مقبولیت کی انہیاں پر ہیں۔ میں نے جونکات اٹھائے ہیں۔ اس پر ہو سکتا ہے کہ تحریک انصاف کی جانب سے سخت رد عمل آئے۔ مگر میں تو صرف سوال پوچھ رہا ہوں۔ دلیل پران کے جوابات آئیں تو طالبعلم کالم میں ضرور لکھے گا۔ خان صاحب، اپنے چار سالہ دور کی جماقوتوں اور ظلم سے قطعاً بری ذمہ ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنے محسنوں کے ساتھ حد درجنہ ناروا سلوک رکھا تھا۔ ہاں، اب امریکہ کے خلاف بیانیہ کیا واقعی ملک کے قومی مفادات میں درست ہے۔ امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور ہے۔ وہ دنیا کے ہر ملک کا ہمسائے ہے۔ اس کے مفادات ہر خطے میں موجود ہے۔ تمام سمجھدار ملک، امریکہ سے اپنے تعلق بہتر سے بہترین کرتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ اس میں ان کی بہتری ہے۔ ہمارا پڑوی ملک، اس بہترین خارجہ پالیسی کی عمدہ مثال ہے۔ مگر کیا خان صاحب، اپنی تقاریر میں امریکہ دشمنی سے ہمارے قومی مفادات پر ضرب نہیں لگا رہے؟ خدار، ناراض نہ ہوں۔ سوچ کر جواب دیجئے۔ مگر قیامت یہ بھی ہے کہ جو لوگ حکومت میں لائے گئے ہیں، وہ بھی سہمی سہمی سے لگتے ہیں۔ عوامی مسائل حل کرنے کی ان کی کوششیں بھی نظر نہیں آ رہیں۔ اس منتشر صورت حال میں بہر حال انقلاب کی بات کرنا شائد تاریخی ورثہ سے علمی دوری ہے۔ یہ قوم دراصل ایک ہجوم ہے۔ دوسو لیٹر پڑوں موت سائیکل یا کار میں ڈلوانے کے لئے مصر ہے، مگر سائیکل یا پیڈل سفر کرنے کو گناہ سمجھتی ہے۔ اس لئے کہ ہمارے خمیری میں انقلاب نہیں ہے؟